ضرورت اتحاد اور سیرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولف: مولانا سید نجیب الحسن زیدی

قوموں کی ترقی میں اتحاد کے کردار سے کون منکر ہو سکتا ہے، محاذ جنگ پر لڑی جانے والے آمنے سامنے کی فیزیکل جنگ ہو یا مجازی دنیا کا میدان ہو وہی قوم دشمن کا مقابلہ کر پاتی ہے جو منصوبہ بندی کے ساتھ متحد ہو کر اپنے دشمن کو پہچانتے ہوئے آگے بڑھنا جانتی ہے۔

جس طرح پانی کے قطرے متحد ہو کر ایک ڈیم کی شکل میں پانی کا بڑا ذخیرہ و مخزن تشکیل دیتے ہیں اور جس طرح چھوٹی چھوٹی نہریں ایک دوسرے کے گلے مل کر بڑی بڑی ندیوں کے وجود میں آنے کا سبب بنتی ہیں انسانوں کے اتحاد سے بھی ایسی عظیم صفیں تیار ہوتی ہیں کہ جنہیں دیکھ کر دشمنوں کے درمیاں وحشت پیدا ہو جاتی ہے اور ان پر حملہ کی فکر ہمیشہ کے لئے ان کے ذہن سے نکل جاتی ہے' قرآن کریم نے اسی لئے واضح طور پر اس امر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: وسائل وامکانات کی فراہمی کے ذریعہ اللہ اور اپنے دشمنوں پر اپنا دبدبہ قائم کرتے ہوئے انہیں ڈراؤ[1]۔

قرآن کریم امت مسلمہ کو یکتا و واحد، اتحاد کے محور کی طرف پکارتے ہوئے آواز دے رہا ہے "اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ پیدا نہ کرو"[2]۔

اور کیوں نہ ہو قرآن کریم تمام مسلمانوں کو امت واحد کی صورت میں ایک مقصد کی حامل اور ایک خدا کی عبادت کرنے والی امت کے طور پر دیکھتا ہے۔ "بے شک یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں لہٰذا میری ہی عبادت کرو"۔ [3]

قرآن کریم امت مسلمہ کو ایک دوسرے کا بھائی جانتا ہے اور اسکی توقع ہے کہ مسلمانوں کے درمیان تعلقات بالکل ایسے ہی مستحکم ہوں جیسے دو بھائی آپس میں متحد رہتے ہیں چنانچہ چھوٹے اور بہت معمولی اختلاف کی

۱۔ تُرْہِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّكُمْ۔ سورہ انفال ۸، آیہ ۶۰

۲۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۔ سورہ آل عمران، ۳، آیہ ۱۰۳

۳۔ اِنَّ هٰذِهِ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَاحِدَةً وَاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ۔ سورہ انبیاء، ۲۱۔ آیہ ۹۲

صورت میں بھی صلح و صفائی کا حکم دیتا ہے۔" مومنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان جنگ کے موقع پر صلح کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر شاید رحم کھایا جائے۔[۱]

خداوند متعال اختلاف و تفرقہ اور ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہو جانے کو اپنے بدترین عذاب کے طور پر بیان کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"کہہ دیجیے: اللہ اس بات پر قدرت رکھتا ہے کہ تمہارے اوپر سے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے تم پر کوئی عذاب بھیج دے یا تمہیں فرقوں میں الجھا کر ایک دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے، دیکھو ہم اپنی آیات کو کس طرح مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ جائیں۔[۲] اگر ہم غور کریں تو متوجہ ہوں گے یہاں پر "شیعا" سے مراد امت مسلمہ کے درمیان اختلاف ہے"[۳]۔

قرآن، پیغمبر اسلام (ص) کو حکم دیتا ہے کہ جو لوگ تفرقہ میں پڑ گئے اور اپنے اختلافات پر مصر ہیں ایسے لوگوں سے تعلق مت رکھو:

" جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے ان کا معاملہ خدا کے حوالے ہے پھر وہ انہیں انکے کئے دھرے پر متوجہ کرے گا"۔[۴]

ایک اور مقام پر قرآن مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ مشرکین کی طرح اختلاف کا شکار نہ ہوں کہ جو اپنے اختلاف پر ناز کرتے ہیں اور اسی پر خوش ہوا کرتے ہیں[۵]

اور خبردار مشرکین میں سے نہ ہو جانا جنھوں نے دین میں تفرقہ پیدا کیا ہے اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں پھر ہر گروہ جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر مست و مگن ہے۔

اتحاد کے سلسلہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانفشانیاں:

امت مسلمہ کے درمیان ہر قسم کا اختلاف پیغمبر اسلام (ص) کے لئے باعث فکر مندی تھا سیوطی اور دیگر افراد نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے: "شاس بن قیس" نامی شخص جو دوران جاہلیت میں پلا بڑھا تھا اور اس کے دل میں

۱۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُونَ۔ سورہ حجرات ۴۹، ۱۰

۲۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِکُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِکُمْ اَوْ یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا وَّیُذِیْقَ بَعْضَکُمْ بَاْسَ بَعْضٍ اُنْظُرْ کَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَفْقَهُوْنَ۔ سورہ انعام ۶، آیہ ۶۵

۳۔ النہایۃ فی غریب الحدیث، جلد ۲ ص ۵۳۰

۴۔ اِنَّ الَّذِینَ فَرَّقُوا دِینَهُمْ وَکَانُوا شِیَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِی شَیْءٍ اِنَّمَا اَمْرُهُمْ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا کَانُوا یَفْعَلُونَ۔ انعام ۶، آیہ ۱۵۹

۵۔ ولا تَکُونُوا مِنَ الْمُشْرِکِینَ مِنَ الَّذِینَ فَرَّقُوا دِینَهُمْ وَکَانُوا شِیَعًا کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُونَ۔ روم ۳۰، آیہ ۳۲

مسلمانوں کے کینے وحسد کے شعلے لپک رہے تھے اس نے ایک یہودی جوان کو اس بات پر ابھارا کہ اوس وخزرج کے دو بڑے قبیلوں کے درمیان اختلاف پیدا کرے جس کے نتیجہ میں اس یہودی نے ان دو قبیلوں کے مابین ہونے والی دوران جاہلیت کی جنگوں کی داستان بیان کرنا شروع کی اور اس طرح اپنے اس عمل کے ذریعہ فتنہ کی آگ بھڑکا دی کہ ان لوگوں نے تلواریں اٹھالیں اور ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس ماجرے کی اطلاع ملی تو آپ کچھ مہاجر وانصار کے ساتھ محل نزاع پر پہنچے اور آپ نے فرمایا:

اے گروہ مسلمین کیا تم خدا کو بھلا بیٹھے ہو اور جاہلیت کے نعرے لگا رہے ہو در آں حالیکہ میں تمہارے درمیان حاضر ہوں ؟ اسکے بعد کہ خداوند متعال نے نور اسلام سے تمہاری ہدایت کی اور تمہیں اہمیت و قیمت بخشی ، جاہلیت کے فتنوں کی بیخ کنی کی تمہیں کفر سے نجات بخشی اور تمہارے درمیان الفت برادری قائم کی کیا اس سب کے بعد تم دوبارہ دوران جاہلیت کی طرف پلٹنا چاہتے ہو ؟

ان باتوں کا اثر یہ ہوا کہ آپس میں جھگڑنے والے اس بات پر متوجہ ہوئے کہ یہ فتنہ ایک شیطانی ہتھکنڈہ ہے اور اسی لئے اپنے کیئے پر پشیمان ہوئے اور انہوں نے اپنے اسلحوں کو زمین پر رکھ دیا اور اس حالت میں کہ انکی آنکھوں سے آنسو رواں تھے ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے اور ایک دوسرے کو بوسہ دینے لگے اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں اپنے گھروں کی طرف پلٹ گئے[1]۔

جنگ بنو مصطلق اور سیرت پیغمبرؐ:

جنگ بنو مصطلق میں مسلمانوں کی فتح کے بعد ایک انصاری اور مہاجر کے درمیان اختلاف ایجاد ہو گیا، انصاری نے اپنے قبیلہ کو مدد کے لئے پکارا اور مہاجر نے اپنے قبیلہ کو. جب پیغمبر کو اس بات کی خبر ملی تو فرمایا: ان بری باتوں سے کنارہ کشی اختیار کرو اس لئے کہ یہ جاہلیت کا طریقہ ہے جبکہ خداوند متعال نے مؤمنین کو ایک دوسرے کا بھائی اور ایک گروہ قرار دیا ہے. ہر زمان و مکان میں ہر قسم کی فریادرسی اور مدد فقط اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی کی خاطر ہونی چاہیے ایسا نہ ہو کہ ایک گروہ کی خیر خواہی اور دوسرے کو نقصان پہنچانے کی

۱۔"یا معشر المسلمين الله الله، أبدعوى الجاهليّة وأنا بين أظهركم؟ بعد إذ هداكم الله إلى الإسلام وأكرمكم به، وقطع به عنكم أمر الجاهلية، واستنقذكم به من الكفر، وألّف به بينكم، ترجعون إلى ما كنتم عليه كفّارا" الدر المنثور (۲:۵۷) ،فعرف القوم انها نزعة من الشيطان وكيد من عدوهم فالقوا السلاح وبكوا وعانق الرجال بعضهم بعضاثم انصرفوا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم سامعين مطيعين قداطفاالله عنهم كيد عدوالله "شاس بن قیس) ، جامع البیان، جلد ۴، ص ۳۲، فتح القدیر، ج/۱، ص ۳۶۸، تفسیر آلوسی، ج/۴، ص ۱۴، واسد الغابہ، ج/۱، ص ۱۴۹،

خاطر انجام پائے اب تک جو اہوا سو ہوا لیکن اس کے بعد جو بھی جاہلیت کے نعرے بلند کرے گا اُسے سزا دی جائے گی۔[1]

عصر حاضر میں وحدت واتحاد کی اہمیت :

شک نہیں کہ ہم ایک ایسے زمانہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں جہاں دشمنان اسلام، اسلام کی نابودی کے لئے آپس میں معاہدہ کر چکے ہیں اور اپنے تمام تر سیاسی و اقتصادی وسائل اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے بروئے کار لا رہے ہیں۔

تہذیبوں کے مابین تصادم[2] و جنگ نامی معروف کتاب کے مصنف اور وہائٹ ہاؤس کے اسٹراٹیجک نظریہ ساز، (Theoretician) ساموئل ہینگٹنٹن[1] کا جدید نظریاتی خاکہ (rought draft & plan) اس بات کی تائیدی دلیل ہے[2]

۱۔ دعوہا فانہا منتنة ...یعنی انہا کلمة خبیثة ، لانہا من دعوی الجاھلیة واللہ سبحانہ جعل المومنین اخوة وصیرھم حزبا واحدا، فینبغی ان تکون الدعوة فی کل مکان وزمان لصالح الاسلام والمسلمین عامة لالصالح قوم ضد الاخرین، فمن دعا فی الاسلام بدعوی الجاھلیة یعزر، سیرہ نبویہ، جلد/۳/ص/۳۰۳، غزوۂ بنی المصطلق و مجمع البیان، جلد/۵/ ص/ ۲۹۳، رسائل ومقالات جلد/۱/ص/۴۳۱.

۲۔ تہذیبوں کے مابین تصادم بین الاقوامی تعلقات کے مطالعے میں ایک متنازعہ نظریہ ہے۔ سیمیوئل فلپس ہنن ٹنگٹن نے اس نظریے کو عالمگیر شہرت بخشنے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ انہوں نے ۱۹۹۳ء میں (The Clash of Civilizations) معروف جریدے "فارن افیئرز" میں ایک مضمون لکھا جس میں یہ تصور صراحت سے بیان کیا گیا تھا کہ جدید دنیا میں بین الاقوامی جنگوں کی بنیاد تہذیبی اختلاف پر ہوگی۔ اس سے قبل "تہذیبوں کے تصادم" کی اصطلاح Albert Camus نے ۱۹۴۶ء میں بلکہ اس سے پیشتر ۱۹۲۶ء میں لکھے گئے ایک غیر معروف مصنف کی کتاب میں اسے موضوع بحث بنایا گیا تھا البتہ با قاعدہ طور پر اس سلسلہ میں اظہار نظر برطانوی شہریت کے حامل یہودی نژاد برنارڈ لیوئس نے ۱۹۹۰ میں معروف جریدے "دی اٹلانٹک منتھلی" کے ستمبر کے شمارے میں شائع ہونے والے کالم میں کیا تھا۔ اس کے بعد تقریبا تین سال کے وقفہ سے تہذیبوں کے تصادم کی بات نے پوری دنیا کی توجہ کو اپنی طرف مرکوز کیا اس نظریہ کی دنیا کے افق پر چھا جانے کی مختصر کہانی یہ ہے کہ ۱۹۹۳ء میں 'فارن افیرز جرنل' نے 'تہذیبوں کا تصادم' کے عنوان سے ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر، نیشنل سیکورٹی کونسل کے سابقہ ڈائریکٹر اور 'امریکی علومِ سیاسیہ' کی ایسوسی ایشن کے صدر سیموئیل ہنٹنگٹن کا ایک مضمون شائع کیا۔ ۱۹۹۶ء تک ہنٹنگنٹن نے اس مضمون کو مکمل کتاب کی شکل دے دی جو ''تہذیبوں کا تصادم اور عالمی نظام کی تعمیر نو'' کے عنوان کے تحت شائع بھی ہو گئی۔ اس مضمون اور کتاب کی بحث واستدلال اس نکتہ کے گرد ہے کہ روس اور امریکہ کی سرد جنگ کے خاتمے کے بعد، دنیا کے لوگوں کے مابین بنیادی امتیازات نظریاتی یا معاشی نہیں بلکہ ثقافتی رہے ہیں۔ جس کے بعد عالمی سیاست ثقافتی خطوط پر نئے سرے سے استوار کی گئی جس کے نتیجے میں تنازعات اور تعاون کے نئے اسالیب سامنے آئے جنہوں نے سرد جنگ کے موضوعات کی جگہ لے لی۔ چنانچہ عالمی سیاست کے نازک مقامات تہذیبوں کی (Faul lines) پر واقع ہونے کی بنیاد، اور خصوصاً عالم اسلام کی حدود پر واقع مقامات اپنے خاص جائے وقوع کی بناء پر مصنف کے نزدیک عالمی امن کے لئے بہت بڑا خطرہ کا سبب قرار پائے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :

The clash of civilizations and the remaking of world order

Author: Samuel P Huntington; Rogers D. Spotswood Collection.

Publisher: New York : Simon & Schuster, ©1996.

Edition/Format: Print book : English

اسی طرح سابق سی آئی اے کے سابق معاون ڈاکٹر مائیکل برانٹ اپنی کتاب Aplan to divis and d noylttheiology مکاتب الٰہی کو جدا کرنے کا منصوبہ میں لکھتے ہیں:

جو لوگ شیعوں سے اختلاف رائے رکھتے ہیں انھیں شیعوں کے خلاف منظّم و مستحکم کرکے شیعوں کی تکفیر کو عام کرکے انھیں معاشرے سے جدا کیا جائے اور ان کے خلاف نفرت انگیز تحریریں لکھی جائیں۔[۳]

چار بار سلطنت برطانیہ کی لگام اپنے ہاتھ رکھنے والے برطانوی سیاست دان اور سابق وزیر اعظم برطانیہ کہتے ہیں[۴]: (یہ برطانوی سیاست دان ۱۸۰۹۔۱۸۹۸ تک برطانیہ کے وزیر اعظم رہے)[۵]
جب تک مسلمانوں کے پاس قرآن موجود ہے تب تک نہ تو برطانیہ مشرق پر اپنا تسلط جما سکتا ہے اور نہ ہی خود امن کی سانس لے سکتا ہے۔
سابق اسرائیلی وزیر اعظم Ben Gurio' نے بھی واضح طور پر کھلم کھلا کہا ہے:۔

۱۔ Samuel Phillips Huntington

۲۔ ۱۹۹۳ء میں ہارورڈ یونیورسٹی کے اسٹراٹیجک مرکز کے سربراہ فارین افیرز کے شمارہ میں لکھے جانے والے مقالہ میں کہتے ہیں: آج عالمی سیاست ایک نئے مرحلہ میں داخل ہو رہی ہے انکے نزدیک دنیا آٹھ بڑی تہذیبوں کے مابین عمل و رد عمل کی جنگ سے دوچار ہوگی ان آٹھ بڑی تہذیبوں میں مغربی تمدن، کنفسیوسز، جاپانی، اسلامی، ہندو، اسلاو یائی آرٹوڈیکسی، اور لاتینی امریکہ اور احتمالی طور پر افریقہ جیسی تہذیبیں شامل ہیں. انکا مفروضہ اس بات پر قائم ہے کہ نوآبادیاتی نظام میں تقابل و تصادم کا مرکزی نقطہ آیڈیالوجی کے رنگ و روپ میں ڈھلا ہوا نہ ہو کر اقتصادی رنگ و بو رکھتا ہے لہٰذا لوگوں کے درمیان گہرے شگاف و فاصلے یا تقابل و ٹکراؤ کا بنیای محور ثقافتی ماہیت کا حامل ہوگا۔ اسی بنیاد پر اقوام و ملل کی حکومتیں اس دنیا میں طاقت ورترین گیم میکروں کی حیثیت سے باقی رہیں گی لیکن اصلی میدان کارزار سیاست خارجی کے منظر نامے پر اقوام و ملل نیز مختلف گروہوں کے درمیان تہذیبوں کے ٹکراو کے طور پر سجے گا، فلپس ہنگٹنٹن مستقبل قریب میں ٹکراو اور تصادم یا فوکس مغربی و چند اسلامی ممالک و کنفسیوسس پر ہوگا ہنگٹنٹن اس پوائنٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ عالمی تمدن کا مفہوم مغربی تمدن سے برآمد ہے اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ دراصل تہذیبوں کی جنگ میں کامیابی کا سہرا مغربی تمدن کے ہی سر ہوگا۔

ہنگٹنٹن نے ترکی کے ایک ٹی وی چینل C.n.n .turk کو دیئے گئے اپنے ایک انٹرویو میں نائن الیون کے حادثہ کو تہذیبوں کے مابین ٹکراؤ و تصادم کی واضح علامت کے طور پر پیش کیا۔ ۱۱ ستمبر کے اس واقعہ نے جہان اسلام اور مغرب کے تعلقات کو یکسر بدل کر رکھ دیا اس طرح کہ جہان اسلام میں امریکیوں کے خلاف نفرت انگیزی (خاص کر مشرق وسطی) میں اور اس کے مقابل مغرب میں اسلام کے خلاف نفرت میں اضافہ ہوا (مترجم)

۳۔ اخبار جمہوری اسلامی ۲۴، جولائی ۲۰۰۴ء مطابق ۶ جمادی الثانیہ ۱۴۲۵ھ اور ہفت روزہ افق حوزہ ۷ ۲ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۷ مئی ۲۰۰۴ء

۴۔ ولیم Ewart گلیڈسٹون / glæd,stn /) ؛ ۲۹ دسمبر ۱۸۰۹ - ۱۹ مئی ۱۸۹۸) ایک برطانوی لبرل سیاست دان تھے .ساٹھ سال سے زیادہ کے پائیدار کیریئر میں انہوں نے چار الگ الگ اوقات 74-1868)، 85-1880، فروری سے جولائی ۱۸۸۶ اور ۱۸۹۲-۹۴)، برطانیہ کے وزیر اعظم کے عہدہ پر رہے اور انہیں برطانیہ میں لیبرل رہبر کے روپ میں جانا جاتا ہے۔

۵۔ مادام هٰذاالقرآن موجوداًفی ایدی المسلمین، فلن تستطع أروباالسیطرة علی الشرق و لا أن تکون هی نفسها فی أمان الاسلام علی مفترق الطرق:۳۹۔

جس چیز نے ہمیں وحشت و خوف میں مبتلا کر رکھا ہے وہ یہ ہے کہ کہیں عالم عرب میں کوئی نیا محمد نہ ظاہر ہو جائے[۲]۔

یہ بات قابل غور ہے کہ اگرچہ عیسائیوں کے مسلمہ اصول میں سے ایک حضرت عیسی علیہ السلام کا یہودیوں کے ہاتھوں تختہ دار پر لٹکایا جانا ہے جس کے باعث بیس صدیوں تک ان کے درمیان بغض و کینہ اور دشمنی عروج پر رہی ہے لیکن مسلمانوں کے مقابلے میں عیسائی و یہودی اتحاد کی خاطر حکومت واٹیکن نے سرکاری طور پر اس اصل سے چشم پوشی کا اعلان کر کے یہودیوں کو اس گناہ سے بری الذمہ قرار دے دیا۔

اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ یہ اعلان ۱۹۷۳ء میں اسرائیل کی مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے دوران کیا گیا تاکہ یہودیوں اور عیسائیوں کی پوری طاقت مسلمانوں کے مقابلے میں صرف کی جاسکے۔[۳]

مذکورہ بالا نکات سے پیغمبرؐ کے اس فرمان کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے:

جو شخص مسلمانوں کے امور اور ان کی مشکلات کی فکر نہ کرے وہ مسلمان نہیں ہے۔[۴]

یقیناً موجودہ حالات میں کسی قسم کی مشکوک حرکت جو مسلمانوں کی صفوں میں تفرقہ وجدائی کا باعث بنتی ہو، اسلام کے مفاد میں نہیں ہے۔

اور ہر طرح کی نازیبا گفتگو و دشنام طرازی مسلمانوں کے درمیان وحدت و اتحاد اور تقریب مذاہب کو نقصان پہنچانے سے بڑھ کر مکتب اسلام کے نورانی چہرے کو خدشہ دار کرنے اور پڑھے لکھے طبقہ کی اسلام جیسے نورانی مکتب سے بدگمان ہونے کا باعث بنتی ہے۔

اتحاد عصر حاضر کی عقلی ضرورت:

جو کچھ بھی ہم نے بیان کیا اس کو دیکھتے ہوئے ہر صاحب فکر و شعور آج اس بات سے متفق نظر آئے گا کہ موجودہ دور میں استکبار کی ریشہ دوانیوں اور اسلام دشمن عناصر کی اسلام کے خلاف جاری نیرنگی چالوں سے مقابلہ کا اگر کوئی ٹھوس اور پختہ راہ حل ہے تو وہ اتحاد ہے۔

۱۔ یہی وہ شخص ہے جس نے اسرائیل کا نام تجویز کیا اور نو بار اس ملک کا وزیر اعظم بنا، اس نے اپنی زندگی کو صہیونزم کیلئے وقف کیا۔ ۱۹۴۸ء میں فلسطین پر قبضہ کے لئے جنگ کی سربراہی اسی نے کی. اس کی وزارت عظمی کے دور میں جو واقعات رونما ہوئے ان میں سے کچھ کی طرف حسب ذیل انداز میں اشارہ کیا جاسکتا ہے: ۱۔ ۱۹۴۸ء کی جنگ جو صہیونی حکومت کے وجود میں آنے کا سبب بنی، ۲۔ یہودیوں کی تاریخ و منفرد ہجرت، ۳۔ یہودی ٹاؤن سٹیز کی افزایش ۴۔ اسرائیل، برطانیہ اور فرانس کا ۱۹۵۶ء میں مصر پر مشترکہ حملہ۔

۲۔ "انّ اخشی مانخشاہ أن یظھر فی العالم العربی، محمد جدید" اخبار الکفاح الاسلامی 1955

۳۔ مع رجال الفکر فی القاہرۃ، ۱۶۲:۱

۴۔ "من اصبح ولم یہتم بأمور المسلمین فلیس بمسلم" اصول کافی، ۱۶۳:۲

آج اتحاد صرف مصلحت وقت کا تقاضہ یا دینی فریضہ نہیں بلکہ ایک عقلی ضرورت ہے خاص طور پر اسرائیل اور امریکہ کی چودراہٹ جو منظر نامہ پیش کر رہی ہے اس کو دیکھتے ہوئے ہر بیدار ضمیر انسان یہ بات اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ اگر اب بھی اتحاد نہ ہوا تو ہماری تاریخ قصہ پارینہ بن جائے گی ۔ موجودہ دور میں استکبار کی شاطرانہ چالوں سے مقابلہ کی صرف ایک ہی راہ ہے اور وہ سیرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنا اور متحد ہو کر آگے بڑھنا ۔ یہ اتحاد کوئی بہت بڑی مشکل چیز نہیں ہے جس کے لئے بہت زیادہ بحث و گفتگو کی ضرورت ہو اگر مسلمان دشمن کی چالوں کو سمجھ رہے ہیں تو بس کچھ چیزوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے چند مسائل پر غور کرنا خود ہی اتحاد کی نوید سنائے گا۔

مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ

الف۔: تنگ نظری اور خرافات سے پرہیز کریں

ب: قرآن اور اہلبیتؑ کی تعلیمات پر عمل کریں

ج: پیغمبر اسلام (ص) کی حقیقی سیرت کا اتباع کریں

د: حقیقتوں کو قبول کرتے ہوئے ایک دوسرے پر یقین کریں اور دشمن کی چالوں سے باخبر رہیں

ھ: ایک دوسرے کے عقائد سے آگاہی کے لئے بذات خود معتبر کتب کے مطالعہ کے ذریعہ آگاہ رہیں تاکہ ایک دوسرے پر ناروا تہمتیں نہ لگائیں

ان چند چیزوں پر اگر مسلمان ذرا سا غور کر لیں تو خود بہ خود اتحاد کی فضا فراہم ہو سکتی ہے۔

اس لئے کہ اتحاد ہی ترقی اور کامیابی کی ضمانت ہے حضرت علیؑ فرماتے ہیں : گزشتہ امتیں جب تک آپس میں متحد تھیں پیہم ترقی کی طرف گامزن تھیں .. لیکن جب انہوں نے خدا کو فراموش کر دیا اور آپس میں تفرقہ اور انتشار پیدا کیا تو خدا نے عزت و بزرگی کا لباس ان سے چھین لیا[۱] مثال کے طور پر کسری و قیصر بنی اسرائیل کے تفرقہ کی بنا پر ان پر مسلط ہو گئے انہیں اپنا غلام بنا لیا اور آباد زمینوں دجلہ و فرات کے سرسبز و شاداب علاقوں سے نکال کر انہیں بے آب و گیاہ بیابانوں میں ڈھکیل دیا اور انہیں ذلت و فقر جہالت سے دوچار کر دیا۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۵

اگر ہم اس خطبہ کی روشنی میں آج کے حالات کا جائزہ لیں تو وہیں باتیں نظر آتی ہیں جنکی نشان دہی ۱۴ سو سال پہلے امیر المومنین علی علیہ السلام نے کی تھی دشمن کی یلغار پر یلغار ہے اور ہم تفرقہ واختلاف کا شکار ہیں جب کہ تفرقہ کی کوئی وجہ بھی نظر نہیں آتی قرآن ایک ہے کعبہ ایک ہے دین ایک ہے رسول ایک ہے پھر بھی آپس میں اختلاف ہے۔

بقول علامہ اقبال:

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہے
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

قرآن آج بھی مسلمانوں کو آواز دے رہا ہے "وَاعتَصِمُوا بِحَبلِ اللہ جَمِیْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوا۔"[۱]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات سے بڑھ کر اور کونسا محور ہوگا جس پر ہم سب اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں آج جب ہر طرف مسلمانوں کے خون کی ارزانی ہے ہمیں ہر دور سے زیادہ ضرورت ہے سیرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محور اتحاد بنا کر ایک پرچم تلے آئیں اور دشمنوں سے مقابلہ کریں یقیناً دشمن کی چیرہ دستیاں کچھ بھی نہیں اگر مسلمان متحد ہو جائیں اس لئے کہ اتحاد کی طاقت کوہسار بناتی ہے لیکن انتشار ذروں کی صورت طاقت کو بکھیر دیتا ہے۔

الگ الگ ہوں جو ذرہ غبار بنتے ہیں
ہو اتحاد تو پھر کوہسار بنتے ہیں۔۔۔

۱۔ سورہ آل عمران، ۱۰۳

اتحاد کے لئے سیرت نبی رحمت ہی محور کیوں؟

ممکن ہے کسی کے ذہن میں سوال آئے کہ اتحاد کے محور مختلف ہو سکتے ہیں، ہم اپنی ثقافت، کلچر، قومیت کو محور بنا سکتے ہیں تو سیرت رسول ﷺ ہی کیوں؟ جواب بہت واضح اور آسان ہے چاہے ہماری ثقافت ہو، ہمارا کلچر ہو یا قومیت ہر جگہ جو کلیدی کردار ہے وہ سیرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی ہے آج اسی سیرت پر ہمیں متحد ہو کر آگے بڑھنے کی ضرورت ہے اور اسی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کے تعارف کی بھی ضرورت ہے کہ ہم اسے دنیا کے سامنے پیش کریں۔ وہ ذات کون ہے جس پر تمام مسلمان سارے اختلافات بھلا کر متحد ہیں؟!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کے صحیح تعارف کی ضرورت اور ہماری ذمہ داری:

آج جوانوں کے درمیان خاص کر مغرب میں موجودہ بیداری کی لہر کو دیکھتے ہوئے جب لوگ مختلف ادیان کا مطالعہ کر رہے ہیں اور اپنے ذاتی مطالعہ کی روشنی میں حقائق تک پہونچنے کی کوشش کر رہے ہیں خاص کر گزشتہ کچھ سالوں میں مغربی ذرائع ابلاغ کے بقول تیزی کے ساتھ اسلام کو سمجھنے کا رجحان مغرب میں بڑھا ہے۔ وہیں اس بیداری کی لہر کو روکنے کے لئے استکبار اپنی نیرنگی چالوں کو عملی جامہ پہنانے میں مصروف عمل ہے۔

عالمی استکبار کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ شخصیت جو تمام بنی نوع بشر کے لئے ایک سحر انگیز ذات کے روپ میں گذشتہ چند سالوں میں ابھری ہے وہ پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ اور طبیعت ہی کو سب کچھ سمجھنے والے لوگ اس شخصیت کے مطالعہ سے اب ماوراء الطبیعہ حقائق کو ثابت کر رہے ہیں اور دین سے انکا تعلق گہرا ہوتا جا رہا ہے۔

لہٰذا عالمی استکبار نے اب اس شخصیت کو نشانہ بنایا ہے تاکہ اس کے چہرہ کو خدشہ دار بنا کر لوگوں کو اسکی طرف رغبت سے روکا جا سکے لہٰذا دو محاذوں پر استکبار نے اپنی طاقت صرف کی ہوئی ہے ایک یہ کہ داخلی طور پر خود اس شخصیت کے ماننے والوں کے لئے شک اور شبہات پیدا کئے جائیں اور انکے یقین کو متزلزل کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ بیرونی محاذ پر اس شخصیت کے خلاف اتنا زہر اگلا جائے کہ دیگر ادیان کے ماننے والے اسکی طرف راغب نہ ہو سکیں۔

چنانچہ جہاں انہوں نے داخلی طور پر نت نئے شبہے پیدا کئے تاکہ مسلمان اپنے عقائد کے سلسلہ میں نظر ثانی کریں وہیں بیرونی محاذ پر پیغمبر ﷺ کی شان میں گستاخیوں کا ایک باب کھول دیا جس میں کہیں متنازع خاکے شائع کر

کے توہین کی گئی تو کہیں برہنہ جسموں پر نقش و نگار کے ذریعہ اس شخصیت کی عظمت کو کم کرنے کی کوشش کی اور جب ان سب میں کامیابی نہ ملی تو عیسائیوں کے راہنما پاپ کے ذریعہ پیغمبر اسلام (ص) کی جانب سے پوری عالم انسانیت کی خدمات پر سوال اٹھایا گیا۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ پیغمبر اسلام (ص) کی شخصیت ایک ایسا محور ہے جس پر پوری امت مسلمہ متفق اور متحد نظر آتی ہے لہذا اس محور کی عظمت کے رنگ کو پھیکا کرنے کے لئے آج استکبار اپنے فریبی جال بچھا کر بیٹھا ہے کہ تشنگان حقیقت کہیں حقیقت کے سر چشمہ تک پہونچنے میں کامیاب نہ ہو جائیں۔

اب یہ مسلمانوں کے اوپر ہے کہ وہ اس شخصیت کا تعارف تمام بنی نوع بشر تک کیسے کرتے ہیں۔

اتنا ضرور ہے کہ اگر مسلمانوں نے اپنے حق کو ادا کر دیا اور اس عظیم الشان شخصیت کو لوگوں کے درمیان متعارف کرا دیا تو وہ دن دوور نہیں جب پوری دنیا میں امن و سلامتی کا پرچم لہرا رہا ہوگا اور کائنات مسلمانوں کے جذبہ عشق رسالت مآب کو سلام کر رہی ہو گی۔ اور لوح و قلم پر انکا قبضہ ہوگا۔

کی محمدؐ سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

•❖•